خواتین کا دینی ترجمان

بانی
مولانا محمد ثانی حسنی رح
و
امۃ اللہ تسنیم رح

ماہنامہ
رضوان
لکھنؤ

نمبر شمارہ ۵	مئی ۱۹۸۲ء مطابق شعبان المعظم ۱۴۰۲ھ	جلد ۲۶

مدیر

محمد حمزہ حسنی

معاونین

امامہ حسنی میمونہ حسنی

قیمت فی شمارہ	ایک روپیہ ۲۵ پیسے
سالانہ چندہ	بارہ روپیہ
ممالک غیر بحری ڈاک	پچاس روپے

دفتر ماہنامہ رضوان، ۳۷ گوئن روڈ لکھنؤ

کیا اور کہاں:

اداریہ	حمزہ حسنی	۳
قرآن کی روشنی میں	مولانا محمد اویس ندوی نگرامی	۵
پیغمبر اسلام	منظر صدیقی	۹
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم	ام ہانی	۱۱
حضرت عائشہ صدیقہؓ	ڈاکٹر آفاق احمد کاکوروی	۱۹
انسانیت بیمار ہے	رافع عثمانی	۲۰
لمحہ فکریہ	سید محمد باسط	۲۴
روزہ کیا ہے	محمد کاظم ندوی	۳۰
شہادت ناز کرتی ہے	،	۳۶
کشیدہ کاری	رضوانہ پروین	۳۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۴۵۹۱
۲۱۳۰۴

اللہ کے نام سے

محمد حمزہ حسنی

حضرت شیخ المشائخ مولانا محمد زکریا صاحب اس دنیائے فانی سے رحلت فرما گئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے اور اپنی خاص رحمتوں سے سرفراز فرمائے۔ آمین

حضرت شیخ اس دور میں علم و عمل، احسان و سلوک کے روشن مینار تھے، آپ کے دم سے عشق الٰہی کے میکدے آباد اور وہ دوکان عشق کی کھلی ہوئی تھی ؎

جو بیچتے تھے دوائے دل
وہ دوکان اپنی بڑھا گئے

لاکھوں بندگانِ خدا اور راہ سلوک پر گامزن بندوں نے آپ سے اللہ کا نام لینا سیکھا، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا سیکھا، گناہوں سے توبہ کرنا، نیک راہ پر چلنا سیکھا۔ دنیا کے کونے کونے میں ذکر الٰہی کی مجلسیں گرم ہوئیں۔ آپ کی نفس گرم نے سرد دلوں کو سوزش قلب کی لذت سے آگاہ کیا۔ دنیا کی محبت دل سے نکال کر اللہ کی محبت دلوں میں جاگزیں کی۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ آپ نے پوری زندگی، اور

نوجوانی کے عزیز دن، حدیث نبوی کی خدمت و اشاعت میں گذارے اور حدیث کی اتنی خدمت کر گئے جس کی مثال اس صدی میں نہیں ملتی۔

حضرت شیخ کی وفات پر کس دل سے کوئی ان کے صاحبزادے مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلوی سے اظہار تعزیت کرے۔ اس حادثہ پر ہر وہ شخص جس کے دل میں ایمان ہے اس کو خود اپنے سے تعزیت کرنا چاہیے۔ کیونکہ ملت اسلامیہ یتیم ہوگئی، علم و عرفان کی شمع بجھ گئی۔ تیرگی کا سایہ بڑھ گیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب پر رحم فرمائے۔

رضوان کا آئندہ شمارہ

رضوان کا آئندہ شمارہ انشاءاللہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات پر مشتمل خصوصی شمارہ ہوگا۔ جو مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کے مضمون حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب اور مولانا محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ کی نظموں (مناقب شیخ) پر مشتمل ہوگا۔ قارئین انتظار فرمائیں۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کے سوانح حیات

جلد ہی انشاءاللہ مکتبۂ اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی کی تحریر کردہ سوانح حیات حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی شائع کرے گا جو کہ اس وقت مولانا تحریر کر رہے ہیں انشاءاللہ یہ کتاب، حضرت شیخ کی خدمات پر ایک دستاویزی حیثیت رکھے گی۔

قرآن کی روشنی میں

لڑکیوں کے ساتھ برتاؤ

مولانا محمد اویس ندوی نگرامی

وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِالْأُنثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِن سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ

(نحل ۷)

اور جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی خوشخبری دی جاتی ہے تو اس کا منہ کالا پڑ جاتا ہے اور غصہ کے گھونٹ پی کر رہ جاتا ہے اس خوشخبری کے رنج سے وہ لوگوں سے منہ چھپاتا پھرتا ہے۔

عام طور سے دیکھا جاتا ہے کہ جب کسی کے گھر میں لڑکے کے بجائے لڑکی پیدا ہوتی ہے تو زیادہ خوشی نہیں منائی جاتی ہے۔ بلکہ اکثر لوگ لڑکی پیدا ہونے پر رنج ظاہر کرتے ہیں۔ عرب والوں کا بھی یہی حال تھا۔ وہ لوگ تو اپنی لڑکیوں کو زندہ زمین میں گاڑ دیتے تھے۔

ایک صحابیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آکر اپنا واقعہ سنایا کہ اسلام سے پہلے میری ایک لڑکی تھی جب میں اس کو بلاتا تو دوڑ کر میرے پاس آتی۔ ایک دن وہ میرے بلانے پر خوش خوش دوڑی آئی، میں آگے بڑھا وہ میرے پیچھے پیچھے چلی آئی۔ میں آگے بڑھتا چلا گیا۔ جب ایک کنوئیں کے پاس پہونچا

جو میرے گھر سے دور نہ تھا اور لڑکی بھی اس کے قریب پہونچی تو میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کنوئیں میں ڈال دیا۔ اور وہ اّبا اّبا کہہ کر پکارتی رہی ــــ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قصہ سن کر اتنا روئے کہ داڑھی تر ہوگئی اور فرمایا کہ جاؤ اسلام کے بعد پہلے کے گناہ معاف ہوگئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، خدانے تم پر ماؤں کی نافرمانی اور لڑکیوں کو زندہ دفن کردینا حرام کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لڑکیوں کو زندہ دفن کرنے ہی سے نہیں روکا بلکہ ان کی عزت بھی بڑھائی فرمایا جو دو لڑکیوں کی پرورش کرے، یہاں تک کہ وہ جوان ہوجائیں تو قیامت میں میرے اس طرح (دو انگلیوں کو اٹھا کر فرمایا) قریب ہوگا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ حال تھا کہ لڑکیوں کی پرورش کے لیے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے چلنے کا ارادہ کیا تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی یتیم بچی امارہ چچا، چچا کہتی دوڑی آئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہاتھوں میں اٹھا لیا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا۔ کہ یہ لو تمہارے چچا کی بیٹی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بچی مجھ کو ملنا چاہیے کہ یہ میرے چچا کی لڑکی ہے اور اس کی خالہ میرے گھر میں ہے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر کہا کہ حضور یہ لڑکی مجھ کو ملنا چاہیے کہ حمزہ رضی اللہ عنہ میرے دینی بھائی تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ میری بہن بھی ہے اور پہلے میری ہی گود میں آئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ خالہ ماں کے برابر ہوتی ہے۔ اس کی خالہ کی گود میں دے دیا۔

بیمار کے ساتھ برتاؤ

وَلَا عَلَی الْمَرِیْضِ حَرَجٌ (نور) اور نہ بیمار پر کوئی تنگی ہے

بیماروں کے لئے خدانے بڑی آسانی کردی ہے۔ اگر پانی سے نقصان کا ڈر ہے تو وضو معاف ہے۔ جہاد ان کے لئے ضروری نہیں ہے، روزہ قضا کرسکتے ہیں۔ کھڑے ہوکر نماز نہ پڑھ سکیں تو بیٹھ کر اور بیٹھنے کی بھی طاقت نہ ہو تو لیٹ کر پڑھ سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جس طرح اپنے حکموں میں بیمار کے لئے آسانیاں پیدا کردی ہیں اسی طرح بندوں کو بھی بیماروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں۔ جن میں ایک یہ ہے کہ جب وہ بیمار پڑے تو وہ اس کی عیادت کرے۔

بیمار کی دیکھ بھال، خدمت اور تیمار داری کو عیادت کہتے ہیں۔

فرمایا جب کوئی صبح کو کسی بیمار کی عیادت کرتا ہے تو شام تک فرشتے اس کی معافی کی دعا مانگتے ہیں۔ اور جب وہ شام کو عیادت کرتا تو صبح تک فرشتے اس کی معافی کی دعا مانگتے ہیں۔

فرمایا جب کوئی کسی بیمار کی عیادت کو جاتا ہے تو واپسی تک وہ جنت کے میوے چنتا رہتا ہے، ایک بار فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں فرمائے گا کہ اے آدم کے بیٹے! میں بیمار پڑا، تو نے میری عیادت نہ کی۔ وہ کہے گا اے میرے پروردگار تو سارے جہان کا پروردگار تھا تیری عیادت کس طرح

کرتا، فرمائے گا کیا تجھے خبر نہ ہوئی کہ میرا بندہ بیمار ہوا اگر تو نے اس کی عیادت نہ کی۔ اگر کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔

حضرت سعد بن معاذؓ جب زخمی ہوئے تو آپ نے ان کا خیمہ مسجد میں لگوایا، تاکہ بار بار ان کی عیادت کی جا سکے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں اور منافقوں کی عیادت فرمائی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ غیر مسلموں کی بھی عیادت کرنا چاہیے۔

اہم اعلان

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا کے سوانح حیات

حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی مدظلہ، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کے حالات زندگی پر ایک کتاب تحریر فرما رہے ہیں جو انشاء اللہ ایک تاریخی دستاویز ہوگی۔

امید ہے کہ جلد ہی منظر عام پر آجائے گی۔

محمد حمزہ حسنی

پیغمبر اسلام ؐ

منظر صدیقی اکبرآبادی

سردارِ رسل، شمعِ سبل، ہادیٔ اکرمؐ، توحید مجسم
محبوبِ خدا، حجتِ حق، رحمتِ عالم، پیغمبر اعظمؐ

وہ جس نے زمانے کو تباہی سے نکالا
دنیا کو جہالت کی سیاہی سے نکالا
انساں کو بھی تنگ نگاہی سے نکالا
افراد کا دل ہیبتِ شاہی سے نکالا
وہ اشرفِ مخلوق، وہ فخرِ بنی آدم
پیغمبر اعظمؐ

وہ فخرِ دو عالم، جسے محبوب تھی کملی
وہ صابر و شاکر جسے مرغوب تھی کملی
وہ جس کی نگاہوں میں نہ معیوب تھی کملی
مرسل کی دوش پہ کیا خوب تھی کملی
دنیا میں جسے فقر بھی تھا فخر کا عالم
پیغمبر اعظمؐ

ظلمت کدۂ شرک کی بنیاد ہلا دی
دنیا میں بڑے زور سے حق کی منادی
ایمان کی اک آگ نئی دل میں لگا دی
توحید کی جب اس نے پیاری سے صدا دی
سجدے میں گرا خوف سے الحاد کا پرچم
پیغمبر اعظم ؐ

جو بندگیٔ خالق معلوم کی خاطر
جو پیرویٔ مسلکِ معصوم کی خاطر
جو دلدہی بے کس و مظلوم کی خاطر
جو مغفرتِ امتِ مرحوم کی خاطر
سجدے میں رہا رات کو با دیدۂ پرنم
پیغمبر اعظم ؐ

وہ جس پہ ہوئی ختم خدائی میں نبوت
وہ جس کی قیادت سے مکمل ہوئی ملت
وہ ہے سبب راحت جاں جس کی محبت!
وہ جس نے مساوات کی فرمائی اشاعت!
وہ مہر عرب، ماہ عجم، شاہ مکرم
پیغمبر اعظم ؐ

جب تک مہ و خورشید میں تنویر ہے یارب
جب تک حرکت میں فلک پیر ہے یارب
جب تک تری توحید جہانگیر ہے یارب
جب تک لب فریاد میں تاثیر ہے یارب
سو لاکھ درود اور سلام اس پہ ہوں ہر دم
پیغمبر اعظم ؐ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم

خواتین کے درمیان سیرۃ النبیؐ کے جلسے میں کی گئی ایک تقریر

از: ام ھانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہ الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہٖ سیدنا وسندنا وحبیبنا ومولانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم وعلیٰ الہٖ واصحابہٖ و ازواجہٖ واھل بیتہٖ اجمعین ہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ

(اے نبیؐ آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم لوگ اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو) یعنی اللہ تعالیٰ نے بالکل کھول کر صاف صاف کہدیا ہے کہ جو شخص مجھ سے محبت و الفت کا طلب گار ہے اور دنیا و آخرت کی فلاح کا خواہشمند ہے تو وہ آپؐ کی اتباع کرے۔ آپؐ سے محبت کرے اور آپؐ کو تعظیم دے۔ خدا کا تقرب حاصل کرنا ہے تو اس کے رسولؐ کا فرماں بردار رہے۔

ارشاد ربانی ہے من یطع الرسول فقد اطاع اللہ
(جس نے رسولؐ کی اطاعت کی بعینہٖ اس نے اللہ کی اطاعت کی)۔
اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا ہے جو بھی میری بارگاہ میں سرخروئی حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس پر لازم ہے کہ وہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے اپنے دل کو سرشار رکھے اور اپنے عمل کو آپؐ کی سنت کے مطابق مزین کرے۔ تبھی وہ ابدی کامیابی و کامرانی کا مستحق قرار دیا جا سکتا ہے۔ رضائے الٰہی حضورؐ کی اطاعت و تعظیم میں ہی پوشیدہ ہے۔ تاریخ اس چیز کی شاہد ہے کہ قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں نے آپؐ پر تن من دھن تک قربان کرنے سے دریغ نہ کیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جو عہد کیا اسے پورا کر دکھایا۔ ان کے قلوب عشقِ رسولؐ سے لبریز تھے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر میں وہ ایک دوسرے سے سبقت لے جانے پر حریص تھے۔

عزیز بہنو! قرآن کریم میں رب العالمین بار بار مسلمانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و تکریم کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ سورہ الحجرات میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

یاایہا الذین آمنوا لا تقدموا بین یدی اللہ و رسولہ
واتقوا اللہ ان اللہ سمیع علیم ۰

اے ایمان والو! آگے نہ بڑھو، اللہ سے اور اس کے رسولؐ سے یعنی اللہ تبارک تعالیٰ اور اس کے رسولؐ مقبول کی اجازت سے قبل تم سبقت نہ لے جایا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے سب افعال کو جاننے والا ہے اور تمہارے تمام اقوال سننے والا ہے۔

اس آیت کے صحیح معنی ذہن نشین کیجئے، میری بہنو کہ خدا ہم سے کیا چاہتا ہے اور کس چیز کا حکم دیتا ہے۔ یہاں قرآن کی اس آیت کا لب لباب یہ ہے کہ اللہ رب العزت اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی و حقیقی فرماں برداری اور تعظیم ہمیں اسی وقت میسر آ سکتی ہے جب خدا کا خوف دل میں جاگزیں ہو۔ اگر قلب میں خوف و تقویٰ نہیں تو بظاہر دعویٰ اسلام کو نباہنے کے لئے اللہ و رسولؐ کا نام بار بار زبان پر تو ہم لائیں گے اور بظاہر ان کے احکامات کو تو مقدم رکھیں گے لیکن فی الحقیقت ان کو اپنی اندرونی خواہشات و اغراض اور مقاصد کی تحصیل کے لئے ایک حیلہ و آلۂ کار بنا لیں گے۔ ہمیں کسی بھی لمحے یہ فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ جو کچھ ہماری زبان پر ہے اسے اللہ تعالیٰ لفظ بہ لفظ سنتا ہے، اور جو کچھ ہم اپنے دلوں میں چھپائے ہوتے ہیں اس سے خدائے برتر و اعلیٰ خوب اچھی طرح واقف ہے تو پھر ذرا سوچئے۔ اس کے سامنے یہ فریب کس طرح چل سکے گا۔ اس فریب میں تو ہم خود ہی پھنس کر رہ جائیں گے۔

سورہ الحجرات کی ہی دوسری آیت ہے۔

یاایہا الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی
ولا تجہروا لہ بالقول کجہر بعضکم لبعض ان تحبط
اعمالکم وانتم لا تشعرون ۰

"اے ایمان والو! تم اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے بلند مت کیا کرو۔ اور ان سے ایسے کھل کر یا تڑخ کر نہ بولا کرو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے سے بے تکلفی سے بولا کرتے ہو۔ کہیں تمہارے اعمال اکارت و برباد نہ ہو جائیں اور تم کو اس کی خبر نہ ہو۔"

یہاں قرآن کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں شور نہ کرو۔ جیسے آپس میں بے تکلفی سے چہک کر اور تڑخ کر بات کرتے ہو۔ حضورؐ کے ساتھ یہ طریقہ اختیار کرنا خلافِ ادب ہے۔ ذرا غور فرمایئے تو آپ نے ہر جگہ مختلف مواقع پر یہ دیکھا ہوگا کہ ایک مہذب اولاد اپنے والدین سے، ایک لائق شاگرد اپنے استاد سے، ایک مخلص مرید اپنے پیر و مرشد سے اور ایک سپاہی اپنے افسر سے کس طرح بات کرتا ہے۔ پیغمبر کا مرتبہ تو ان سب سے کہیں بڑھ کر ہے۔ اور پھر پیغمبر بھی کون خدا کے محبوب ترین بندے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جن کی خاطر مدارات خود خدائے برتر و بالا نے کی۔ جن کے اعلیٰ مقام کا پاس رکھتے ہوئے اللہ تعالےٰ نے اپنے کلام پاک میں بھی کبھی اے محمدؐ کر کے انھیں نہیں پکارا بلکہ اپنے دیئے ہوئے بہترین ناموں یٰسین، طٰہٰ، مزمل، مدثر وغیرہ کہہ کر مخاطب کیا۔ تو پھر ہم کیا چیز ہیں جو حضورؐ کی خاکِ پا کے کسی ادنیٰ ذرے کی برابری بھی نہیں کر سکتے۔

تو اے مسلمات! حضورؐ کی وفات کے بعد حضورؐ کی احادیث سننے اور پڑھنے کے وقت بھی یہ ادب و لحاظ ہمیں ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ آج کل ہم کیا دیکھتے ہیں کہ اگر کہیں حضورؐ کا اسم گرامی آیا تو اکثر و بیشتر لوگ اور خوب پڑھے لکھے اعلیٰ تعلیم یافتہ ڈگری یافتہ، خود کو مسلمان جتانے والے لوگ، غیر مذاہب و غیر اقوام کے لوگوں کی طرح آپؐ کو محمدؐ صاحب کہہ کر اپنی علمی قابلیت بگھارتے ہیں۔ اور مذہب کے متعلق فصیح و بلیغ بیانات دیتے ہیں۔ خدا رحم کرے ہم مسلمانوں پر اور ہمیں علم کی صحیح قدر و قیمت اور اس کے جائز استعمال کی توفیق عطا فرمائے۔ کہیں ان بے عقل افعال اور نا اہلی کے سبب اللہ تعالےٰ ہمارے نیک اعمال اکارت و بے کار نہ کر دے۔ اور ہم حضورؐ کی عزت و تکریم نہ کر کے اپنی نیکیوں کی قدر و قیمت سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں۔

مذکورہ بالا سورہ کی ہی تیسری آیت اس طرح ہے۔

ان الذین یغضون اصواتھم عند رسول اللہ اولٰئک الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقویٰ لھم مغفرۃ و اجر عظیم ہ

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ـــــ بیشک جو لوگ رسولؐ پاک کے سامنے اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے قلوب کو اللہ تعالےٰ نے تقویٰ کے لئے خالص کر دیا ہے۔ ان لوگوں کے لئے مغفرت و اجر عظیم ہے:

یہاں یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ جب حضورؐ کی آواز سے زیادہ بلند آواز نکالنا خلاف ادب ہے تو آپؐ کے احکامات و ارشادات سننے کے بعد ان احکامات کے خلاف آواز اٹھانا اپنے قول و عمل سے ان کی مخالفت کرنا۔ منکرانہ فعل کے مرتکب ہونا کس درجہ کی بدبختی و گناہ ہے۔ آج ہم خدا کے احکامات اور حضورؐ کی تعلیمات کو سن کر بھی یوں بھلا دیتے ہیں جیسے ان احکامات کی اس جہان رنگ و بو میں کوئی اہمیت ہی نہ ہو۔ یہ احکامات ہمارے ایک کان میں داخل ہو کر دوسرے کان سے اس طرح نکل جاتے ہیں اور دلوں پر کوئی نقش بنائے بغیر ختم ہو جاتے ہیں۔ جیسے کہ ہمارے احساسات اور لطیف جذبوں کو شیطان کی مدھر راگنی نے تھپک تھپک کر سلا دیا ہو اور ہم اس قدر گہری نیند میں غافل ہوں کہ یہ احکامات، یہ ارشادات کسی قسم کا اثر چھوڑے بغیر ہوا میں تحلیل ہو جائیں۔

انسانی خد و خال کو یکسر فراموش کر کے حیوانی خصلتیں بلکہ ان سے بھی کچھ بڑھ کر ہی وحشیانہ رویہ ہم نے اختیار کر رکھا ہے۔ آج ہم دو گھنٹہ محفل میلاد یا دینی اجتماع وغیرہ میں گذار کر شام کو ٹیلی ویژن کے رقص و سرود اور عریانیت

سے پرتصویروں میں اس طرح مگن ہو جاتے ہیں کہ جیسے دنیا کی تمام دلکشی کو ہم آج ہی قطرہ قطرہ چوس لینا چاہتے ہیں۔ ہم بے قرار ہو جاتے ہیں کہ ایسا نہ ہو کہ کہیں کل کا دن ہمارے ہاتھ سے نکل جائے۔ اور ہم دنیا کی اداؤں کی شاطرانہ بازیوں اور یہاں کی جھوٹی لطف و انبساط کی گھڑیوں سے پوری طرح لذت بھی نہ اٹھا سکیں۔ کہیں یہ رنگین شیطانی محفلیں ختم نہ ہو جائیں۔

ہمیں آخرت کا وہ عظیم و ابدی اجر و انبساط، مسرت و شادمانی، دنیاوی رنگینی کی فانی لذت کے مقابلے میں ہیچ نظر آتا ہے۔ آہ! کیا کم ظرفی ہے، ہمیں شیطان کی دل لبھانے والی عشوہ طرازیوں کے آگے خدا کے عظیم و سچے وعدے یاد نہیں رہتے۔ ہمیں نہ جنت کی شادابی و دلکشی یاد رہتی ہے نہ دوزخ کی شدید ترین آگ۔ اور جھلسا دینے والی عبرتناک اذیت کا ہی خوف ستاتا ہے ہم مست و بے خود دنیا کے ظلمت کدے میں شیطانی قہقہے لگاتے پھرتے ہیں۔ اف! ہماری کتنی بڑی بدبختی ہے۔ اور کیسی اذیت ناک بدنصیبی، ذلت و رسوائی۔

اے رحیم و کریم! ہماری آنکھوں سے یہ غفلت کے پردے چاک کر دے اے مالک دو جہاں ہماری بصیرت سے جہالت کے پردے کب اٹھیں گے؟ اے غفور الرحیم! ہمارے دلوں کو نور کی قندیل کب جلا بخشے گی؟ اور ہماری عقلوں پر شعور و عاقبت اندیشی کے دروازے کب کھلیں گے؟ اے ہماری دعاؤں کے قبول کرنے والے! ہمارے ضمیر درد کی آوازوں اور التجاؤں کو سن لے کاش کہ وہ وقت قریب تر ہو جائے کہ ہم حقیقی زندگی کی لطافتوں سے باخبر ہو جائیں۔ کاش یہ آج کی محفل ہمارے دل و دماغ کو بری طرح جھنجھوڑ کر بیدار کر ڈالے اور آنے والا کل ہمارے لئے دائمی خوشی و اطمینان کا مژدہ

جانفزا لے کر آئے۔ اے ہمارے رب! ہماری نیک خواہشات اور دعاؤں میں تو ہی اثر دینے والا ہے، ہماری غلطیوں سے درگزر کر اور ہمیں اپنے سرفراز بندوں کی صف میں کھڑا کر۔ آمین۔

ان قرآنی آیات سے یہ واضح ہو گیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و محبت ہی وہ نقطہ ہے جس پر قوم مسلم کے تمام پراگندہ اور منتشر جذبات جمع ہوتے ہیں۔ اور یہی وہ ایمانی رشتہ ہے جس پر اسلامی اخوۃ کا نظام قائم ہے۔ اور یہی وسیلہ بندے کو معبود سے قریب تر کرنے میں معاون و مددگار ثابت ہوتا ہے۔ اللہ تعالے نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ کا اسوہ حسنہ ہی تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے۔ اس سے سبق حاصل کرو۔ پوری طرح فیض اٹھاؤ اور ان کی پیروی کرنے کی کوشش و سعی آخری دم تک کرتے رہو۔ رسول خدا کی اطاعت ہی خدا کی خوشنودی کا سبب ہے۔ رسول اللہ کی فرماں برداری ہی وہ زینہ ہے جس سے گذر کر ہم خدا کے حضور حاضری دے سکتے ہیں۔ اور اس کے دربار میں سرخرو ہو سکتے ہیں۔ مگر ہم یہ سب معلوم ہوتے ہوئے بھی غلطیوں اور گناہوں کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالے فرماتا ہے کہ وہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ اگر ہم اپنی غلطیوں پر صدق دل سے نادم ہو کر اور آئندہ اس کا ارتکاب نہ کرنے کا عہد کر کے خدا سے توبہ کریں تو وہ بڑا ہی غفور الرحیم ہے۔ اس کا وعدہ ہے کہ ہماری تمام کوتاہیوں، لغزشوں سے درگزر کرے گا۔ وہ بڑا بے نیاز ہے۔ ہمیں اپنی بے پناہ رحمتوں سے نوازنے والا ہے۔ وہ ضرور ہماری توبہ قبول فرمائے گا۔ اور ہمیں اپنی لازوال جود و سخا کی صفتوں کی بناء پر بخشش دے گا۔

اے مالک یوم الدین! ہمیں صراط مستقیم کی طرف لے چل تاکہ ہم

دنیا کے تاریک سمندر کے خوفناک طوفانوں پر عزم و ہمت اور ایمان کی روشنی کے ساتھ قابو پاتے ہوئے تیری رضا کے طلب گار ہوں، ہمیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہترین اخلاق کی پیروی کرنے کی توفیق عطا فرما تاکہ ہم تیرا قرب حاصل کرسکیں اور صحیح معنوں میں مومن ہونے کا حق ادا سکیں۔ آمین یارب العالمین۔

••

لکھنؤ کا مشہور و معروف، خوش ذائقہ، مفید صحت، لذیذ تمباکو خوردنی
نمبر ۱۰۷ اور نمبر ۵۰۱

رائل زردہ	اسپیشل رائل زردہ	اکسٹرا اسپیشل زردہ

ہمیشہ استعمال کیجیے
رائل زردہ فیکٹری سعادت گنج لکھنؤ

فون نمبر ۲۴۳۸۳ ٹیلی گرام: فردوس
چند مخصوص عطریات
زعفرانی حنا • شمامۃ العنبر
تیار کردہ
عبدالحفیظ محمد یوسف پرفیومرس
یوسف بلڈنگ، پہلی منزل ۱۸ ناداں محل روڈ۔ لکھنؤ (انڈیا)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ڈاکٹر آفاق احمد کاکوروی

دخترِ صدیق اکبرؓ زوجۂ خیرالبشرؐ
عائشہؓ ہیں، فوقیت ہے جن کو مستورات پر

تھیں سعادت مند کتنے جن کو نسبت ہو نہار
فطرتاً گفتار میں جن کی بہت تھا انکسار

آپؓ کو جس وقت اپنے عقد میں لائے حضورؐ
کمسنی تھی اور ابھی تھا بچیوں جیسا شعور

ملتفت تھے آپؓ سے خود رحمت اللعالمینؐ
آپؓ ہی حضرتؐ کی تھیں اسرارِ پنہاں کی امیں

کرتی تھیں سرکار کی خدمت گذاری بھی بہت
دستِ نازک سے امور خانہ داری بھی بہت

جلوہ گاہِ ناز میں حضرتؐ کی دلداری بھی کی
جنگ کے میدان میں جاکر سپہ سالاری بھی کی

آگیا عہدِ جوانی میں ہی دور بیوگی
مادرِ مسلم نے فرقت میں بسر کی زندگی!

تھی زبانِ مبارک میں بحد حلاوت آپؓ کی
دہر میں مشہور ہے بیشک سخاوت آپؓ کی

دل میں فیاضی بھی تھی اور جذبۂ ایثار بھی
مستفید اپنے ہوا کرتے تھے اور اغیار بھی

دے دیا سرمایہ اکثر کُل کا کُل خیرات میں
سو رہیں آفاق خود فاقہ سے یوں ہی رات میں

انسانیت ہماری

(عقیل رافع عثمانی بی اے)

زندگی اپنے پیچ و خم سنوارتی ہوئی مختلف مراحل سے گذرتی ہے۔ لیکن ایک مرحلہ اس زندگی کے ہر موڑ پر سامنے رہتا ہے جو اس کو سنوارنے بنانے نکھارنے اور کبھی بگاڑنے، اس کی اصل صورت مسخ کر دینے میں پیش پیش رہتا ہے۔ وہ مرحلہ، وہ مسئلہ جس سے قوموں کی زندگیاں بنتی یا بگڑتی ہیں جن سے اقوام مٹتی یا وجود میں آتی ہیں۔ وہ نازک مسئلہ ہے اخلاق کا، کردار کا، انسانیت کے انحصار کا مسئلہ، تہذیب و شرافت کے برقرار رکھنے کا مسئلہ تاریخ گواہ ہے، وہ قومیں وہ سلطنتیں جنھوں نے تہذیب کے دامن کو ہاتھ سے چھوڑا، جنھوں نے اخلاقی قدروں کی پامالی کی، جنھوں نے کردار کشی کی ہے جنھوں نے حقائق سے منہ موڑا ہے۔ جن اقوام نے آداب کو کھویا ہے۔ انھوں نے خود اپنی بربادی کے سامان کو پیدا کیا ہے۔ اپنی زندگیوں کا خود ہی گلا گھونٹا ہے اور وہ اس طرح ناپید ہوئی ہیں کہ آج ان کا تصور بھی محال ہے۔ اللہ تعالیٰ کے الفاظ سے ان کا وجود ثابت ہے۔ قوم ہود جو کہ اخلاقی معیار سے اس قدر گر چکی تھی کہ باوجود بار بار منع کرنے کے اپنی روش سے باز نہ آئی۔ اس طرح

تھی کہ آج اس کے بارے میں انسان سوچ بھی نہیں سکتا ہے۔ اس کی ہلاکت کا سبب اخلاقی تصویر کا مٹنا ہی تھا۔

تہذیب، تمیز اور ادب کا ہر زمانہ میں اپنا ایک الگ مقام رہا ہے کوئی بھی دور ہو کسی بھی زمانہ پر نظر ڈالیں۔ ہر ملک اور ہر قوم کے تاریخی پس منظر میں کردار کا، اخلاق کا بہت بڑا ہاتھ نظر آتا ہے۔ ہر قوم اپنے اندر ایک مکمل نظام حیات اپنا کر ہی زندہ رہی ہے۔ جب تک تہذیب کے رشتہ کو اس نے اپنے ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ تب تک وہ زندہ رہی ورنہ وہ خود مٹی یا مٹا دی گئی۔ جب چھوٹے بڑے کا لحاظ ختم ہو گیا، جب حفظ مراتب کے معیار بدل گئے۔ جب جب چھوٹے بڑے کا احساس ختم ہوا ہے اور بڑوں نے اپنے چھوٹوں کے آگے گھٹنے ٹیکے وہ قوم زوال پذیر ہوئی ہے۔

آج تہذیب کا بہت بڑا ورثہ ہم کو اپنے اسلاف سے ملا ہوا ہے۔ ہم کو ایک نکھری ہوئی صحت مند، ایک باشعور زندگی اپنے بزرگوں سے ہاتھ آئی ہے چاہیے تھا۔ کہ ہم اس کو مزید نکھارتے، اس میں خوبصورت رنگ بھرتے، اس کو اور زیادہ نکھارتے اور چمکاتے اور آنے والی نسلوں کے لئے نمونہ ہدایت بن کر اس دنیا سے جاتے، مگر یہ ہماری بدقسمتی ہے، بڑی ہی بدنصیبی ہے کہ ہم اپنے آنے والوں کے لئے اچھا نمونہ پیش نہ کر سکے ہیں۔ جگہ جگہ قتل و غارت گری، چوروں، لٹیروں، خاندانوں کا صفایا، ڈکیتوں، لٹیروں، رہزنوں، چلتے پھرتے ہر جگہ ہر لمحہ ایک غنڈہ گردی، ایک لاقانونیت کا بازار گرم ہے۔ ایک شور ہے جس میں کچھ سنائی نہیں دیتا ہے۔ ایک غبار بگاڑ کا ایسا چھا گیا ہے جہاں دور دور تک کچھ دکھائی نہیں دیتا ہے۔ لوگوں کے دلوں پہ عقلوں پہ بے حسی کا کہرہ چھا چکا ہے۔ ظالم مظالم سے پشیمان نہیں، شیطانی حرکتیں روز بروز بڑھتی جاتی ہیں

ابلیس کی مسکراہٹ انسانی ہونٹوں پر رقصاں ہے۔ موجودہ تہذیب کا عریاں رقص کرنے پر ہر شخص خود کو تیار پاتا ہے اور جہاں موقعہ ملتا ہے یہ ناچ شروع بھی ہو جاتا ہے۔ تاریخی عمارتوں کے اندھیرے سے ڈوبے ہوئے دروں میں موجودہ تہذیب اپنا خوبصورت رقص پیش کرتی ہے۔ اس کا نتیجہ خون میں ڈوبی ہوئی ایک دو نہیں چالیس، پینتالیس لاشوں کی شکل میں سامنے آجاتا ہے۔ جس میں چھوٹے بچوں کی بڑی تعداد بھی شامل ہوتی ہے۔ یہ تہذیب کا کیسا انوکھا مظاہرہ ہے جس میں معصوم بھی بخشے نہیں جاتے جو اپنے ہی ملک کے نونہالوں کے لہو سے سرخرو ہوتی ہے۔

تہذیب کے اس بناؤ اور بگاڑ میں ہمارے گھروں کا بڑا ہاتھ ہے۔ ہر گھر کا چھوٹا سا آنگن بچوں کی بہت بڑی دنیا ہوا کرتی ہے۔ جہاں کھیل کود کر، پل بڑھ کر وہ انسان یا شیطان بن کر صفحہ ہستی پر ابھر آتے ہیں۔ آج کوئی گھر ایسا نہیں جو آپسی کشمکش، ذہنی خلفشار اور اخلاقی گراوٹ کا شکار نہ ہو۔ پوری پوری زندگی ایک ہی گھر میں رہ کر ایک ہی چھت کے نیچے بسر کر کے سگے بھائی بہنوں کی ایک دوسرے سے بولے بغیر ایک دوسرے کی شکل دیکھے بغیر گذر جاتی ہے جہاں چھوٹے بڑے کا کوئی معیار باقی نہیں رہتا ہے، بدکلامی، بدزبانی، غیبت، تہمت لگانا، بات بات پر ادب کے دائرے سے باہر آجانا، جہاں زندگی کے صبح و شام بن کر رہ گئے ہیں۔ دلوں کا سکون مٹ گیا ہے نفرتوں کے پہاڑ بلند سے بلند تر ہوتے جاتے ہیں۔ گھریلو جھگڑے آپس کی تفریق، دلوں کے میل خاندانوں کو مٹاتے ہیں۔ اور فرقہ وارانہ فسادات کی فضا ایسے ہی گھروں سے تیار ہوتی ہے۔ جب اپنا ہی خون اپنے خون کا گلا کاٹتا ہے، اپنے خون کو ذلیل کرتا ہے۔ تو اسے دوسروں کی ہستی مٹا دینے میں کیا جھجک ہو سکتی ہے۔ ملک میں بڑھتی ہوئی لاقانونیت

جگہ جگہ فساد اور اجتماعی قتل کی وارداتیں اس کی ادنیٰ مثالیں ہیں۔

اخلاقی قدروں کی پامالی، اس کے انحطاط، اس کے زوال کی ذمہ داری ہم سب کو قبول کرنا ہے۔ اپنے گھروں کے معاشرے کے بگاڑ کا قصوروار خود کو ٹھہرانا ہوگا۔ اس بگاڑ کو تسلیم کرنا عورتوں کا زیادہ فرض ہے کیونکہ آغوشِ مادر سے نکل کر ہی ایک بچہ انسان یا شیطان بنتا ہے، اس کی تعلیم و تربیت اس کو مہذب و شائستہ بنانے کی ذمہ داریاں ہوتی ہے، اسی لئے آغوشِ مادر بچہ کی پہلی درس گاہ کہلاتی ہے۔ عورت گھر کی زینت ہے، بازاروں، کلبوں، آفسوں اور زندگی کے ہر شعبہ میں قدم رکھ کر وہ اپنا اصلی مقام کھو بیٹھی ہے، وہ اس عہدے سے الگ ہو چکی ہے۔ جس کے لئے قدرت نے اس کی تخلیق کی ہے۔ اس کو اتنی فرصت نہیں ملتی کہ وہ اپنے گھر، اپنے بچوں اور ان کے مستقبل کے بارے میں کچھ سوچ سکے۔

موجودہ دور سے نکل کر ذرا ہم اپنے ماضی پر نظر ڈالیں۔ آج سے چودہ سو برس پہلے جب دنیا اتنی مہذب نہ تھی، خود کو مہذب کہلانے والی قومیں تہذیب سے قطعاً نا آشنا تھیں۔ جب کہ دنیا کے کونے کونے میں ظلم کا دور دورہ تھا۔ اس نازک دور میں ایک خطہ دنیا میں ایسا بھی تھا جہاں گھر گھر میں بچہ اخلاق کی تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ آفتابِ رسالتؐ طلوع ہو چکا تھا۔ عرب کی زمین تعلیماتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے گونج رہی تھی۔ ہر گھر ایک مدرسہ تھا جس میں صحابیاتؓ ایسے ایسے عالم اور مجاہدِ اسلام تیار کر رہی تھیں جنھوں نے اپنی زندگیاں اسلام پھیلانے، حق و صداقت کے لئے آواز اٹھانے میں ختم کر دیں۔ جن کی کوششوں کے نتیجے میں اسلام ہم نے پایا ہے۔ ایمان ہم کو ملا ہے صحابیاتؓ نے اپنے قول سے اپنے عمل سے، اپنے ہر ہر اشارے سے ہم کو اسلام کی روشنی عطا

کی ہے۔

آج ہم خود کو چاہے جتنا مہذب سمجھیں لیکن یہ حقیقت ہے کہ ہم تہذیب کے آخری زینے پر آ چکے ہیں۔ جس کے بعد ہمارا اٹھنے والا قدم ہم کو ذلت کے کتنے بڑے کنویں میں پھینک دے گا۔ اس کا ہم کو پتہ نہیں ہے۔ ہر گھر کی مسموم فضا پورے معاشرہ کے لئے ایک رستا ہوا ناسور ہے۔ اس گھٹن کے ماحول کو پھر سے جینے کے قابل بنانے کے لئے ہم کو بڑی کوشش کرنا ہوگی۔ مردوں سے زیادہ عورتوں کو کام کرنا ہے۔ بگڑنا بہت آسان ہوتا ہے لیکن بنتے بنتے ایک وقت لگتا ہے۔

آج جب کہ چند گھروں کو چھوڑ کر ہر گھر تباہی کے دہانے پر ہے۔ ہر شخص آگ میں جل جانے کو تیار ہے۔ ہر دل نفرت سے بھرا ہے، ایسے ماحول کو بدلنا، ایسے ماحول کو تبدیل کرنا ایک بڑا مرحلہ ہے اس کو بدلنے کے لئے ہم کو خود کو تیار کرنا ہوگا۔ ورنہ تاریخ خود کو دہرا دے گی۔ ہم خود اپنی لگائی آگ میں نہ صرف جل جائیں گے بلکہ آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے بقاء کا دروازہ بھی بند ہو چکا ہوگا۔

••

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی ——— نئی کتاب

خواتین اور خدمت دین

مندرجہ ذیل ابواب پر مشتمل کتاب

○ خواتین کی خدمت میں چند باتیں
○ دین میں خواتین کا حصہ
○ ابتدائی نقوش
○ اسلامی تمدن اور خواتین
○ ہم زندگی کیسے گزاریں
○ تربیتی خطوط

ناشر: مکتبہ اسلام ۳۷ گوئن روڈ لکھنؤ

لمحۂ فکریہ

"لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون"

——— ابوالمنور سید محمد باسط قصبہ کھیری

طرز فکر بدلتے ہی کس طرح بات کا انداز بدل جاتا ہے یہ اندازہ اپنے اوپر بیتے ہوئے ایک جانکاہ سانحہ سے ہوا۔

میرا ایک معصوم سب سے چھوٹا لڑکا مطیع، فرماں بردار، نیک خو خلیق اور گھر میں چھوٹا ہونے کی وجہ سے اپنے تین بڑے بھائیوں اور ایک بڑی بہن و نیز اپنے والدین کی آنکھوں کا تارا۔ عوام میں اپنے اخلاق کی وجہ سے ہر دلعزیز۔ مدرسہ میں ہمیشہ نمایاں پوزیشن سے پاس ہونے کی وجہ سے اساتذہ کا منظور نظر اور اپنے ہم عصروں میں یکساں برتاؤ کی وجہ سے عزیز تھا۔ اپنی صغیر سنی ہی سے والدین کا مزاج داں، برادران کے قلوب کی جان، بہن کی خواہشات کو اپنی ضرورتوں پر تفوق دینے والا۔ اعزا میں بلا امتیاز قریب، بعید خندہ پیشانی سے سلوک ہونے والا۔ مسجد کے اندر اتنی کمسنی میں فجر، عشاء تک کی پابندی جماعت ملحوظ رکھنے والا، اپنے نمازی ساتھیوں میں بھی معزز تر ہم لوگوں کو سنہ ۱۹۷۶ء کے سالی اچانک [illegible]

میں مبتلا ہو کر مرتبہ شہادت حاصل کر کے داعی اجل کو لبیک کہتا ہوا ہم سے ہمیشہ کے لئے اپنا جدی اور مادی ہیولیٰ لے کر رفیق اعلیٰ سے جا ملا۔

یوں بظاہر اتنے اوصاف سے مزین بچہ اپنے متعلقین خصوصاً والدین کے لئے کس درجہ صدمے کا موجب ہو سکتا ہے، اس سے قطع نظر! کیوں کہ میں نے اس حادثہ کو اپنے حق میں ایک خیر ہی سمجھا اور بارگاہ ایزدی میں سجدۂ شکر بجا لایا کہ اس نے آیت بالا کی تفسیر کے مطابق اپنے آپ کو ایک ناتواں نزار بندے کا امتحان فرمایا، پھر اس کو ایسے سخت ترین امتحان سے حسن خوبی کے ساتھ گذر جانے کا اہل بننے کی سعادت اور توفیق بھی عطا فرمائی کہ میں آہ، بکا، نالہ، شیون سے خود کو استقلال قوت کے ساتھ بچائے گیا۔ ساتھ ہی اس کی بارگاہ میں اپنے حصول سعادت پر کہ اس نے یہ موقع عطا فرما کر صابرین کی صف میں اپنے وعدہ کے مطابق جگہ پانے کے لائق سمجھا اور معصوم بچے کو جنت میں اپنے والدین کا منتظر رہنے کی وجہ سے اس عاصی کو جنت کا مستحق بھی قرار فرمایا۔ رب العزت میری اس حقیر قربانی کو قبولیت عطا فرمائے تو میں سمجھوں گا کہ مجھے دین و دنیا کی سب ہی نعمتیں میسر ہو گئیں۔

گو میرے اعزا، احباب نے ہزارہا طریق پر میری غم خواری، دلجوئی فرمائی اور اس سانحہ کو عظیم ترین سانحہ قرار دیتے ہوئے میرے حق میں ہمدردی کا اظہار فرمایا۔ مگر میں نے نہایت خوش دلی اور فراخ حوصلگی سے یہی عرض کر کے ان کی غم خواری کا شکریہ ادا کیا کہ اس کی عطا کردہ جو اولادیں، جو والدین کے لیے نعمت غیر مترقبہ ہوتی ہیں اور صدقہ جاریہ بھی، اگر وہ صائع بنا دے۔ ان کا شکر تو کبھی اس کی بارگاہ میں پیش نہ کر سکا۔ بھلا شکایت

کی گنجائش اور وہ بھی اس سے جس نے ہر چہار طرف سے نعمتوں کی نوازشوں سے سرفراز فرمایا، ہاں بظاہر جبلت انسانی کے پیش نظر رنج دہ موقع ضرور ہے مگر بہ نظر غائر اس کی غیر معمولی نعمتوں میں سے ایک نعمت عظمیٰ جو وہ اپنے خصوصی بندوں کو عطا فرماتا ہے بجائے شکر، سجدے کے اس سے شکایت کی جائے، اس سے بڑھ کر محرومی اور کیا ہو سکتی ہے ؎

بہر حالیکہ والا شکر است
شکایت با خدائے خویش کفر است

متعلقین نے ان الفاظ کو جرأت کا درجہ دے کر بڑے بڑے تحسین آفریں خطابات سے نوازا مگر میں نے ان سے یہ استدعا کی کہ آپ لوگ میرے ماحول کو پراگندگی سے بچا رہنے کی دعا فرمائیں۔ یہ ہمارا کوئی قابل تحسین قدم نہیں بلکہ ہمارا یہ عمل اطاعت بندگی کے فرض سے عہدہ برآ ہونے کا اہل بنا دے تو مجھے اپنے معبود حقیقی کے کرم خصوصی پر بے شبہ فخر ہو گا کہ وہ اپنے بندوں سے کئے ہوئے وعدوں کو پورا کر کے اپنی شان ربوبیت اور اپنے محبوب رسول ؐ کی شان رسالت میں صدق، یقین کی مہر ثبت کرتا ہے اور اس واقعہ سے یا اس قسم کے دوسرے واقعات ایک مومن کے ایمان میں مزید پختگی پیدا کرتے ہیں۔

اس سانحہ کے بعد میں نے بفضلہ تعالیٰ اپنے سارے ماحول اور معاشرے کو معمول کے مطابق بنائے رکھنے کی ہر ممکن سعی جاری رکھی۔ ورنہ ایک طرف میں ناقابل تلافی نقصان سے دوچار ہوتا ساتھ ہی شکر کی نعمت سے محروم، اسی دوران کا دلچسپ مگر عبرت انگیز واقعہ بھی سنتے چلئے " پھر میں اپنی بات ختم کروں گا اس دعا کے ساتھ کہ اے اللہ تجھے اپنے کسی بندے کا نیک عمل اگر پسند آئے تو تو اپنی عطا کردہ توفیق کو قبولیت عطا فرما" ـــ ہوا یہ کہ میں ماحول کی پراگندگی استحالا

دور کرنے کی فکر میں شب و روز مستغرق رہتا ہی تھا۔ خصوصیت سے فکر بچوں کی ماں کی طرف سے تھی کیونکہ مجھے ان دو وجوہ سے بدرجۂ اولیٰ تھی کہ عموماً عورتیں رقیق القلب اور زود حس ہوا کرتی ہیں۔ دوئم ماں کا احساس اپنی اولاد کے لئے رنج، خوشی، دونوں سمتوں میں بدرجۂ اتم فطری بات ہے۔ ایک روز بچوں کی موجودگی میں مرحوم فرزند کا ذکرِ خیر آ پڑا۔ میں مسکرا کر اس کے اوصاف، خصائل نیز عادات پر تذکرہ کر کے ماں کو رونے نہ دینے پر ہموار کرتا رہا اور علامہ اقبال کی مشہور ماں کا خواب نظم کے اشعار ان کے سامنے پیش کر کے انھیں تلقین کر رہا تھا کہ تمہارے آنسو بھی اس بچے کے بجھے ہوئے چراغ کی طرح تمہارے بچے کے چراغ کو نہ بجھا دیں کہ اچانک وہ جذبۂ مادری سے مغلوب ہو کر میری طرف رجوع ہوئیں اور کسی قدر برہمی سے فرمانے لگیں کہ "آپ کو تو جیسے اس کے مرنے سے خوشی ہوئی"۔

میں معاملے کی نزاکت بھانپ گیا۔ چونکہ ابھی مشکل سے دو ماہ ہی ہوئے تھے اور واقعہ تازگی رکھتا تھا۔ اور بڑا اندیشہ تھا کہ اگر تدبّر سے کام نہ لیا جاتا تو اس وقت کوئی ایسا لاوا پھوٹ پڑتا جو چشم زدن میں ساری محنت رائیگاں کر دیتا۔ میں نے فوراً خود پر قابو پاتے ہوئے قرآنی آیات اور احادیث کی روشنی میں انھیں خود ہی اپنے سوال کا جواب پانے کا اہل بنا دیا۔ انھی کے بیٹی بیٹوں سے جو اس وقت چاروں موجود تھے استفسار کیا، کہ کوئی میرے چند سوالوں کا جواب دے دو حالانکہ اس وقت مزید سوال و جواب بے موقعہ سے لگیں گے۔ مگر ان سوالات کا تعلق تمہاری ماں کے مجھ سے کئے ہوئے سوال سے ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ان کا جواب ان کے ہی بیٹوں کی زبان سے دلوا کر انھیں تشفی دی جائے اور وہ طمانیت جو قرآنی اور دلائل کے ساتھ انھیں حاصل ہوگی یقیناً وہ حقیقی اور حتمی ہوگی۔

س: میں تمہارا باپ ہوں، تمہیں ضرورت بھر روٹی کپڑا فراہم کرتا ہوں، اور

حوائج ضروریہ سے بوقت عہدہ برآ ہو پاتا ہوں، میرے بارے میں تم کیا خیال رکھتے ہو؟

ج: ہم آپ کی شفقتانہ سرپرستی اور فراہمی ضروریات سے قطعی طور پر مطمئن اور مشکور ہیں۔

س: لیکن اگر میں غیر متوقع طریقہ پر خصوصی توجہ دوں اور ضروریات سے کسی قدر بڑھ کر تمہاری آسائش کی چیزیں بھی جائز وسائل سے فراہم کر دوں تب تمہارے کیا جذبات ہوں گے؟

ج: تب تو ظاہر ہے کہ ہمارے قلوب خوشی سے مزید تشکر، امتنان پیش کریں گے۔ اور ہر موئے تن بزبان حال اللہ کے دربار میں سجدہ ریز ہوگا اور بجا طور پر ایسے والدین پر فخر کرے گا۔

میں نے کہا نہیں! والدین پر نہیں والدہ پر اور انھی کا تمہیں زیادہ شکر گذار ہونا بھی چاہیے کیونکہ وہ رفیق راہ نہ ہوتیں تو میں تنہا معذور تھا۔ دوسرے ماں کا اولاد پر تین گنا حق ہے، باپ کا صرف ایک حصہ، علاوہ ازیں تم کو شکر گذار دل ماں کی تربیت ہی نے بخشا۔ تمہارے گوشت پوست بلکہ جسم کی تکوین میں تمہاری ماں کا حق، دخل زیادہ ہے اور وہ مجھ سے زیادہ اللہ کے دربار میں مراتب کی مستحق ہیں کہ انھوں نے اپنی عزیز ترین شے اللہ کی راہ میں دے کر صبر استقلال میں تزلزل نہیں آنے دیا۔

اس کے بعد مزید گفتگو کی نوبت نہیں آئی۔ بیگم معمول پر آگئیں۔ ان کے طرز عمل سے ان کے بے محل کیے گئے سوال پر خجالت ہم سب نے محسوس کی اور اللہ کا شکر ادا کیا۔ وما توفیقی الا باللہ

••

روزہ کیا ہے؟

محمد کاظم ندوی

روزہ کو عربی میں صوم کہتے ہیں۔ جس کے لغوی معنی رک جانے کے ہیں۔ شریعت کی اصطلاح میں طلوع صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے پینے اور جماع وغیرہ سے رک جانے کا نام صوم یعنی روزہ ہے۔

روزہ اگلی شریعتوں میں بھی تھا مگر صحیح صورت حال کا علم نہیں کہ کب؟ کس دن؟ اور کس مہینے میں اس کا رکھنا فرض تھا۔ امت مسلمہ کے لئے ہجرت نبوی کے بعد پہلے ہی سال ماہ شعبان میں روزہ کی فرضیت ان الفاظ کے ساتھ ہوئی:۔

یٰایھا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون ٥

"اے ایمان والو! تم پر رمضان کے روزے فرض کیے گئے جس طرح اگلی امتوں پر فرض تھے تاکہ تم متقی اور پرہیزگار بن جاؤ۔"

جس وقت سے روزہ کی فرضیت کا اعلان ہوا اسی وقت سے ماہ مقدس میں مسلمانوں نے اس فریضہ کی ادائیگی شروع کر دی۔ جو آج تک امت مسلمہ کی زندگیوں میں رائج اور اس کے یہاں جاری و ساری ہے۔ تمام مسلمان ہر سال بڑے ہی اہتمام کے ساتھ اس مہینے کے روزے کی تکمیل کرتے ہیں۔ اس مہینے کے اختتام پر بطور شکرانہ اجتماعی طور پر اپنی اپنی عیدگاہوں میں دوگانہ ادا کرتے ہیں۔ اس دوگانہ کی ادائیگی کے دن بچے، جوان، بوڑھے، مرد اور عورتیں بھی مسرت و شادمانی، فرحت و خوشی کا اظہار اپنی اپنی بساط کے مطابق کرتے ہیں۔

رمضان المبارک کا مہینہ وہ مقدس اور متبرک مہینہ ہے جس کی آمد کا انتظار رحمت عالم محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو کئی مہینے پہلے ہی سے رہتا تھا۔ اس ماہ مقدس اور متبرک مہینے کے روزوں اور عبادات کی تیاری آپ ماہ شعبان ہی سے فرماتے تھے۔ یہی وہ مقدس اور بابرکت مہینہ ہے جس میں حق تعالیٰ شانہ کی آخری کتاب قرآن مجید کا نزول لوح محفوظ سے سماء دنیا پر ہوا۔ حق تعالیٰ شانہ نے اس مقدس مہینے کو تین حصوں میں تقسیم فرمایا ہے۔ پہلا عشرہ رحمت کے لئے، دوسرا مغفرت کے لئے اور تیسرا عشرہ جہنم سے لوگوں کی آزادی اور خلاصی کے لئے۔ یہی وہ ماہ مقدس ہے جس کے بارے میں رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

اذا دخل شہر رمضان فتحت ابواب الجنۃ وغلقت النار وصفدت الشیاطین ونادی منادیا باغی الخیر ھلم ویا باغی الشر اقصر (ترمذی، ابن ماجہ)

جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین جکڑ دیئے جاتے ہیں اور ایک اعلان کرنے والا اعلان کرتا ہے اے خیر طلب کرنے والے آگے بڑھو اور اے شر کے طالب رک جا۔

نسائی اور مسند امام احمد میں ایک روایت اس طرح ہے۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن فرمایا کہ رمضان کا مقدس مہینہ آ گیا۔ حق تعالےٰ شانہٗ نے تم پر اس کے روزے فرض کئے ہیں۔ اس مہینے میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور سرکش شیاطین قید کر دیئے جاتے ہیں۔ اس میں ایک رات اللہ تعالیٰ کی ہے۔ جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ جو شخص اس کے فائدے سے محروم رہا وہ بدنصیب اور بدقسمت ہے۔

رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ تمہارا پروردگار فرماتا ہے کہ ہر نیکی کے بدلے دس ثواب ملتے ہیں۔ مگر روزہ کہ وہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا، روزہ آگ کے لئے ڈھال ہے۔ روزہ دار کے منہ کی خوشبو حق تعالےٰ شانہٗ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ اگر کوئی جاہل شخص کسی روزہ دار سے جھگڑا کرے تو اس کو چاہیئے کہ وہ کہدے کہ میں روزے دار ہوں۔ (بخاری)

بخاری شریف میں یہ بھی مذکور ہے کہ رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص محض خدا کی خوشنودی کی خاطر ایک دن روزہ رکھے، اللہ رب العزت اس کو ۷۰ برس کی مسافت کے بقدر دوزخ سے دور رکھے گا۔

بخاری ہی کی ایک اور روایت ہے کہ جس میں ذکر کیا گیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے مہینے کو عید کا مہینہ فرماتے تھے۔

رمضان المبارک کے روزہ کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص رمضان المبارک کا ایک روزہ بغیر کسی شرعی عذر کے چھوڑ دے تو اس کے

بدلہ زندگی بھر روزہ رکھے مگر اس کی تلافی نہیں ہو سکتی۔ حدیث نبوی ہے:۔
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بغیر کسی شرعی عذر کے ایک دن بھی روزہ نہ رکھے، تو اس روزے کے عوض میں تمام عمر روزہ رکھے تو کافی نہ ہو گا۔" (ترمذی)

اس مقدس مہینہ کے روزہ داروں کے سلسلے میں رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ روزہ داروں کو دو مرتبہ خوشی حاصل ہوتی ہے ایک افطار کے وقت، اور دوسری حق تعالےٰ شانہٗ سے ملاقات کے وقت۔
ایک روایت میں روزہ داروں کی اہمیت کو ان الفاظ میں اجاگر کیا گیا ہے:۔

للجنة باب یقال له الریان لا یدخله الا الصائمون (بخاری و مسلم)

جنت کے لئے ایک دروازہ ہے جسے ریان کہا جاتا ہے اس سے صرف روزہ دار ہی داخل ہوں گے۔

روزہ دار کے منہ کی خوشبو سے متعلق اوپر ایک اور روایت ذکر کی گئی ہے۔ اسی روایت کو ذرا اور تفصیل سے پڑھئے اور روزہ داروں پر اپنی جان اور اپنا مال قربان کر کے نیکی حاصل کیجئے۔ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے

والذی نفسی بیده لخلوف فم الصائم اطیب عند اللہ من ریح المسک، ویقول اللہ انما یذر شھوته وطعامه وشرابه لاجلی فالصوم لی وانا اجزی به (بخاری)

قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے روزہ دار کے منہ کی خوشبو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اس نے کھانا، پینا اور شہوت میرے لئے ترک کیا ہے۔ لہذا روزہ میرے لئے ہے اور میں اس کا بدلہ دوں گا۔

رمضان المبارک کا مہینہ اپنے اندر بے انتہا خیر و برکت اور رحمت کا سامان لے کر جلوہ افروز ہوتا ہے۔ اس ماہ میں مومن کا رزق بڑھ جاتا ہے۔ اس مہینے میں نفل کا ثواب فرض کے برابر اور ایک فرض کا ثواب ستر فرض کے برابر ہو جاتا ہے۔ اس ماہ مقدس کے آخیر عشرہ کی طاق راتوں میں سے ایک ایسی عظیم رات ہے جس کی عبادت ہزار مہینے کی عبادت سے بہتر ہے اس رات کو قرآن ہی کی زبان میں لیلۃ القدر کہا جاتا ہے اس رات کی عبادتوں کے ثواب کا تذکرہ خود قرآن ہی کی زبانی سنئے اور اس سے لطف اندوز ہونے کی سعی و کوشش کیجئے۔

قرآن حکیم میں ہے:-

انا انزلناہ فی لیلۃ القدر ۝ وما	ہم نے قرآن مجید کو لیلۃ القدر میں نازل کیا
ادراک ما لیلۃ القدر ۝ لیلۃ القدر	اور آپ کو کیا معلوم کہ لیلۃ القدر کیا ہے؟
خیر من الف شہر (قدر۔ ۱تا۳)	لیلۃ القدر ہزار مہینے سے بہتر ہے۔

گویا اس ایک رات میں انعامات و احسانات اور کرامات و عطایا کی جو بارش ہوتی ہے عام دنوں میں ہزار مہینے میں بھی اس کی تلافی نہیں ہو سکتی جو لوگ خوش نصیب اور خوش قسمت ہیں ایسے لوگوں کو ایسی رات نصیب ہوتی ہے۔ سچ ہے ؎

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اس ماہ مقدس کے آخیر عشرہ میں مسلمانوں پر اعتکاف فرض کفایہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر گاؤں قصبہ یا شہر کی طرف سے کوئی شخص اپنے مقامی پنج وقتہ مسجدوں میں جس میں جماعت کے ساتھ پانچوں وقتوں میں نماز ہوتی ہو، اعتکاف کرے۔ تو وہاں کے رہنے بسنے والوں کی طرف سے فریضہ کی ادائیگی ہو جائے گی اور اگر کسی نے بھی مقامی طور پر اس فریضہ کی ادائیگی نہ کی تو سب کے سب گنہگار

ہوں گے۔

اسی طرح رمضان المبارک کے اختتام پر مسلمانوں پر صدقۃ الفطر واجب ہوتا ہے۔ جس کا ادا کرنا ضروری ہے۔ عدم ادائیگی کی صورت میں اس کا روزہ آسمان و زمین کے درمیان معلق ہو جاتا ہے۔ صدقۃ الفطر کے معاملہ میں مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد لاپرواہی اور بے اعتنائی برتتی ہے جس کا لازمی نتیجہ گناہ کے سوا کچھ بھی نہیں ہوتا۔ مسلمانوں کی ایک اچھی خاصی تعداد عید کے دیگر لوازمات کو اپنانے اور انتظامات پر بے دریغ روپیہ صرف کر دیتی ہے۔ عید کے دن مٹھائیوں اور سامان کی خریداری اور دوسری غیر ضروری چیزوں کی لوگ شدت سے پابندی کرتے ہیں۔ مگر جو چیز سب سے پہلے کرنی ہوتی ہے اسے پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ صدقۃ الفطر کی طرف ان نام نہاد مسلمانوں کا بھولے سے ذہن نہیں جاتا۔ اور نہ اس کا خیال ہی آتا ہے، حالانکہ سب سے پہلے صدقۃ الفطر ادا کیا جانا چاہیے۔ تاکہ امیر غریب سب ایک ساتھ مل کر مسرت و شادمانی کا اظہار کریں۔ اس کے بعد دیگر غیر ضروری لوازمات کی فکر کرنی چاہیے۔ حق تعالیٰ شانہ ہمیں رمضان المبارک کے مہینہ کی قدر دانی نصیب کرے تاکہ ہمیں دونوں جہاں میں سربلندی اور کامیابی و کامرانی ملے۔ آمین۔

جملہ دینی کتب منگانے کے لئے
اپنے ادارہ کو یاد رکھئے
مکتبۂ اسلام گوئن روڈ لکھنؤ (۸)
اترپردیش

...شہادت ناز کرتی ہے

محمد کاظم ندوی

سراپا ابرِ رحمت پر یہ امت ناز کرتی ہے
رُخِ انور کی تابانی پہ قدرت ناز کرتی ہے
جمالِ لالہ و گل پر مشیت ناز کرتی ہے
بہارِ زیست پر جمیع مسرت ناز کرتی ہے
شہِ ہر دو جہاں کے حسن کاکل اور عارض پر
سراپا نور و نکہت اور نزہت ناز کرتی ہے
مکینِ گنبدِ خضرا، قسیمِ حوضِ کوثر ہیں
شفیعِ روزِ محشر پر شفاعت ناز کرتی ہے
حبیبِ کبریا فخرِ رسل کی ذاتِ اقدس ؐ پر!
علی الاعلان الفت اور محبت ناز کرتی ہے
منور بزمِ دنیا ہے مرے آقا کے جلووں سے
سراپائے ہدایت پر ہدایت ناز کرتی ہے
محمد مصطفیٰ، خیر الوریٰ، ہادیِ برحق پر
رسالت ناز کرتی ہے، نبوت ناز کرتی ہے

امام الانبیاء کے جاں نثاروں کی جماعت پر
حمیت ناز کرتی ہے، شجاعت ناز کرتی ہے
وہی صدیق اکبرؓ ہیں جو یارِ غار کہلائے
انھیں کی ذاتِ اقدس پر رفاقت ناز کرتی ہے
عمرؓ کا دورِ زریں بھی سبھی کو یاد ہے اب تک
عمرؓ کے قولِ فیصل پر عدالت ناز کرتی ہے
وہی عثمانؓ غنیؓ جو ہیں شہیدِ ملتِ بیضا
غنیؓ کے خونِ رنگیں پر خلافت ناز کرتی ہے
علیؓ مرتضیٰ، شیرِ خدا، دامادِ پیغمبرؐ
علیؓ کی شخصیت پر خود ولایت ناز کرتی ہے
حسینؓ ابنِ علیؓ، حمزہؓ جناب سید الشہداءؓ
شہیدانِ صحابہؓ پر شہادت ناز کرتی ہے
درِ اقدس کی جانب دل کھنچا جاتا ہے اے کاظم
مرے اس جذبِ صادق پر عقیدت ناز کرتی ہے

....

آپ کے سامنے ایک اور اچھے قسم کا پنکھا

سٹیزن پنکھا

۵ سال کی گارنٹی والا

سٹیزن فین انڈسٹریز ——— کلکتہ

ڈسٹری بیوٹرس:——

بلمے الیکٹرک کمپنی لاٹوش روڈ لکھنؤ فون نمبر ۲۴۴۴۷

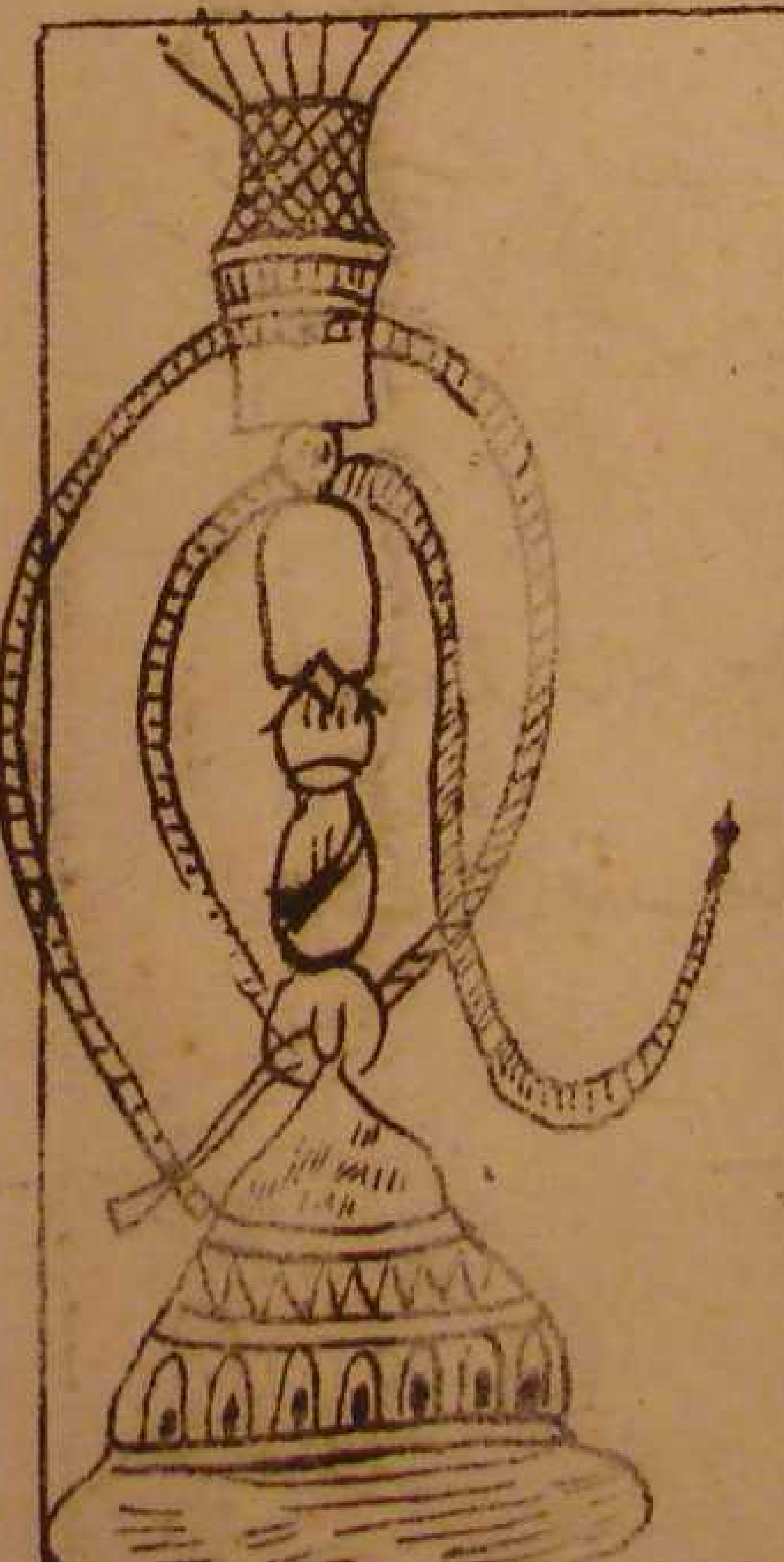

ٹیلی گرام "خمیرہ"

فون آفس ۸۲۸۰۳ - مکان ۸۳۴۴۲۹

خمیرہ حقہ تمباکو

مینوفکچررس اینڈ ایکسپورٹرس

آزاد بھارت تمباکو فیکٹری

نادان محل روڈ لکھنؤ (انڈیا)

پارٹنر

حاجی محمد امتیاز خاں

کشیدہ کاری

از

رضوانہ پروین

مولانا سید ابوالحسن ندوی مدظلہ العالی کی تازہ تصنیفات

تحفۂ کشمیر

مولانا ندوی کے حالیہ دورۂ کشمیر ماہ اکتوبر، نومبر ۱۹۸۱ء کے موقع پر کی گئیں سات اہم تقریروں کا مجموعہ جن میں وہ اہم اصول اور بنیادی باتیں اور حقائق و مضامین آگئے ہیں، جو نہ صرف اہل کشمیر بلکہ بیشتر اسلامی ممالک اور اسلامی جماعتوں تنظیموں اور ان کے قائدین اور تمام مسلم اہل فکر و نظر کے لئے لائق توجہ اور مستحق غور و فکر ہیں۔ معیاری کتابت، آفسیٹ طباعت

قیمت علاوہ محصول ڈاک مبلغ آٹھ روپے۔

اسلامی مزاج اور ماحول کی تشکیل، حفاظت میں حدیث کا بنیادی کردار

حدیث کی علمی قیمت و افادیت کیا ہے

حدیث ایک مسلمان کی عملی زندگی کے لئے کیوں ضروری ہے

حدیث کے نہ ہونے یا اس سے صرف نظر کر لینے سے ہماری اجتماعی زندگی اور مسلم معاشرہ میں کیا خلل ہوتا ہے اور کیا نقص لازم آتا ہے:

ان سوالات کے جوابات کے لئے مولانا ندوی کی اس نئی کتاب کا مطالعہ کیجیے

اردو اڈیشن قیمت -/۳ - عربی اڈیشن ۲/۲۵ - انگریزی اڈیشن زیر طبع

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام پوسٹ بکس ۱۱۹ ندوہ، لکھنؤ

محمد حسنی ایڈیٹر پرنٹر و پبلشر نے ... نظامی پریس لکھنؤ ... میں چھپوا کر ... سے شائع کی